انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

Regd. No. A. 922
Telephone No. 29
Telegram "ANJUMAN"

قیمت سالانہ [illegible] روپے
ایک پرچہ دس نئے پیسے
تاریخ اشاعت
۱ ۸ ۱۵ ۲۲ ۲۹

ہماری زبان

ایڈیٹر :- آل احمد سرور

جلد ۱۶ | علی گڈھ - ۲۲ اگست ۱۹۵۷ ع | شمارہ ۳۲

اردو علم و ادب کا ایک مرکز — برہان پور

از: شیخ فرید برہان پوری

دکن کی دلّی ———— دارالسرور ———— برہان پور اپنی قدامت اور عظمت کے لحاظ سے خاص تاریخی اہمیت کا مالک ہے۔ فاروقی اور مغلیہ عہد میں یہ علم و فن اور صنعت و تجارت کا اہم مرکز تھا۔ اب "آفت فرسودگی" سے پامال ہو گیا ہے۔

یہ مردم خیز شہر صدیوں علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے۔ فاروقی اور مغل —— علم پرور اور معارف دوست بادشاہوں کے زمانے میں علماء، صوفیاء، شعراء اور ادباء نے علم و ادب کے بیش بہا جواہر پارے زمانہ کو عطا کئے۔ زمانہ کی ناقدری دیکھئے کہ اس کے بے رحم ہاتھوں نے کچھ حصے کو برباد کر دیا ہے۔ اور کچھ ہماری غفلت کی وجہ سے گوشۂ گمنامی میں پڑا ہوا ہے۔

شعر و ادب کے جائزہ کے سلسلے میں سب سے پہلے ہماری نظر ان بزرگوں کے ملفوظات پر پڑتی ہے جن کے انوار باطن کے فیوض سے ہر دور میں عوام اور خواص مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ ان ملفوظات کے مرتبین نے ان اشعار اور فقروں کو یکجا محفوظ کر دیا ہے جو ان بزرگوں کی زبان فیض ترجمان سے گاہے گاہے صادر ہوئے ہیں۔ لسانی نقطۂ نظر سے ان کا مطالعہ کافی دلچسپ ہے وہ ہماری زبان کے ارتقائی پہلوؤں کو سمجھنے میں خاص طور سے مدد دیتے ہیں۔

حضرت شاہ نظام الدین بھکاری کے ملفوظ —— نیج الیقین میں سعدی دکنی کے مزار کی نشان دہی ہے۔ لچھمی نرائن شفیق کے بیان سے اس روایت کو تقویت پہنچتی ہے۔

سعدی دکنی کا شمار اردو کے قدیم ترین شعراء میں ہوتا ہے

وہ برہان پور کے ایک قصبہ سیرپور (یا شیرپور) میں مدفون ہے۔ اس کے وطن کے بارے میں ہمارے تذکرہ نویسوں میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے اسے دکنی اور بعض نے کاکوروی لکھا ہے۔ جناب حکیم سید شمس اللہ صاحب قادری نے مخزن نکات اور نکات الشعراء سے اشعار لے کر اس کی ایک غزل ترتیب دی ہے۔ جناب نجیب اشرف صاحب ندوی کی مملوکہ قلمی بیاض میں سعدی کی ایک غزل ملتی ہے جس کا ذیل کا مطلع سید صاحب موصوف کی منقولہ غزل کے مطلع اور زیب مطلع سے بالکل مختلف ہے۔

جا ہماری جیو کون - بھون محبت پریت ہے
دل میں رود خود با ہیر - تن من سو اپنی ہیت ہے

ذیل کے اس شعر کے علاوہ باقی اشعار تھوڑے بہت فرق کے ساتھ ملتے جلتے ہیں ؎

ہندوم بہ عشق تو کر - بت اوپر کرون سینا سپر
کھیلوں جو اپنے سر اوپر لیکن تمہاری جیت ہے

حضرت شاہ بہاء الدین باجن (متوفی ۹۱۲ھ) نے ہندوی زبان میں جو اشعار کہے ہیں، وہ ان کے مرتبہ ملفوظ "خزائن رحمت اللہ" کے باب ہشتم میں مندرج ہیں۔

ملفوظ مذکور کا ناقص الآخر مخطوطہ جناب مولوی سید احکام اللہ صاحب بخاری (برہان پوری) کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ دوسرا مخطوطہ مکمل مگر زشت خط پنجاب یونیورسٹی میں ہے۔

ادبی شہ پارے - پنجاب میں اردو - اور اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام - میں باجن کے اشعار کے نمونے دئے گئے ہیں۔

یوں باجن باجے رے - اسرار چھپا ہے
مندل من میں دھمکے - رباب رنگ جھمکے
صوفی ان پر جھمکے - یوں باجن باجے
———— اسرار چھپا ہے ————

باجن کے پوتے عزت اللہ خاں کی ایک فقہی تصنیف "مرآۃ المسائل" (فارسی) بہت مشہور ہے۔

حضرت باجنؒ کا مزار شاہ بازار برہان پور میں ہے۔ فاروقی بادشاہ ـــــ اعظم ہمایوں کا تعمیر کردہ مقبرہ۔ مضبوط اور خوبصورت سنگی مسجد اور خانقاہ اس دور کی باقیات ہیں۔

حضرت شاہ باجن کے مرید دسویں صدی ہجری کے باکمال محدث اور کثیر التصانیف مصنف، حضرت علی متقی برہان پوری نے مرنے سے چند روز پہلے یہ دوہا پڑھا تھا۔

من سیلی پریم کی پاتا یوں بل رہی جیون دودھ بتاتا

حضرت شاہ بھکاری کے مرید اور خلیفہ حضرت شاہ عیدالدین کے ملفوظ "دلیل الصالحین" میں موخر الذکر اور شاہ جیو کی دوہڑی ملتی ہے جن پر پنجابی اثر نمایاں ہے۔

"ثمرات الحیات" ملفوظ حضرت برہان الدین راز الٰہی مرتبہ "عاقل خاں رازی" میں حضرت موصوف کا ایک دوہا ملتا ہے۔

جتنہ جتنہ کھیلیں پچ پچ ہوئے
پچ پچ کھیلے برلا کوئے

حضرت موصوف کے ایک دوسرے ملفوظ "روائح الانفاس" مرتبہ سید عبدالحئی حسینی برہان پوری میں چند دوہے ملتے ہیں۔

حضرت شاہ عیسیٰ کا ایک دوہا ملاحظہ کیجئے۔

ہے ہر کوں لیسر ادے سہی دینا ناؤں اسی کا کہی

حضرت راز الٰہی نے "سہیم کہانی" ـ ہندی دوہروں کا مجموعہ کی شرح فارسی میں کی ہے۔

حضرت شاہ عیسیٰ جند اللہ کی وفات پر ان کے کسی مرید نے ایک مرثیہ لکھا تھا۔ یہ مرثیہ اس زمانے کی زبان کا عمدہ نمونہ ہے۔ نوائے ادب (جنوری ۵۵ء) اور اردو کراچی (جنوری ۵۵ء) میں یہ مرثیہ شائع ہو چکا ہے۔

پہلے بند کا پہلا شعر سنئے۔

عیسیٰ شاہ مہا گر گیا نے
جاکے گن گن کتوں نہیں جانے

بزرگان دین کے ملفوظات کے غائر مطالعہ سے ہمیں کچھ اور نقرے اور اشعار مل سکتے ہیں۔

اب ہم ان مرثیہ گو شعراء کی تخلیقات کا ذکر کرتے ہیں جن پر برہان پور کو بجا طور پر ناز ہے۔

برہان پور کے مرثیہ نگاروں۔ ہاشم علی۔ یتیم احمد۔ امامی اور کامل کا شمار قدیم شعراء کی صف اول میں ہوتا ہے۔ ان میں اولیت کا شرف ہاشم علی کو حاصل ہے جن کے مراثی کے مجموعہ کا نام دیوان حسینی ہے۔ واقعہ نگاری میں اس کو کمال حاصل ہے۔ اس کا انداز بیان صاف اور سادہ ہے۔ "مرثیہ پن" اس کے کلام کی نمایاں خصوصیت ہے۔

اس کا ایک بند ملاحظہ کیجئے۔

حلوہ حسین اٹھ کے رن کوں چلا تب کہی دلہن
دامن پکڑ کے لاج سو انجھواں بھرے نین
مت چھوڑ کر سدھارو تم اس جہان میں ہمن
تم بن رہیگا ہائے یہ سونا بھون مرا

یتیم احمد برہان پوری پہلا مرثیہ گو شاعر ہے جس نے مسدس کی شکل میں مرثیے لکھے۔ اردو شہ پارے اور یورپ میں دکھنی مخطوطات میں اس کے کلام کے نمونے دیے گئے ہیں۔ اس کے مراثی جذبات سے بھرپور ہیں۔ مگر زبان میں وہ سادگی اور سلاست نہیں جو ہاشم علی کے مراثی میں پائی جاتی ہے۔

امامی اور کامل بھی مشہور مرثیہ نگار گزرے ہیں۔ امامی کا اسلوب بیان دلکش ہے۔ اس کے مراثی ڈرامائی اثر رکھتے ہیں۔

کیوں عرش فرش پر نہ گرے بے قرار ہو
کیوں تاب لا سکے نہ فلک دیکھ ظلم یہ
جتا ہے قد کوں شہ کے شکستہ کیا دیکھو
سنگین دلان نے ظلم کی پی کر شراب آج

کامل کے ایک مرثیہ کا مطلع ملاحظہ کیجئے۔

قیامت انتقام آل احمد پر کھینچا ہے
فلک پر مضطرب ہو ماہ تو شمشیر کھینچا ہے

قریب قریب برہان پور کے ہر شاعر نے سلام اور مرثیے کہے ہیں۔ آخری دور کے ایک شاعر شاہ تیر کے مراثی دو تین بزرگوں کو زبانی یاد تھے۔ ہماری بدنصیبی کہ وہ بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

غزل گو شعراء کے ذکر کے پہلے ہم دو مشہور غزل گویوں کا ذکر کرتے ہیں۔ چمنستان شعراء۔ گلشن گفتار اور تذکرہ گل خنداں میں ان کے حالات اور کلام کے نمونے ملتے ہیں۔

زاؔئی۔ پیر محمد خاں۔ بڑا متقی اور پرہیزگار تھا۔ اس کی یادگار ایک تکیہ اور مسجد (زین آباد میں) اور ایک دیوان ہے جس کا ناقص الاول و الآخر نسخہ مولوی سید احکام اللہ صاحب

(باقی ص ۱۲ پر دیکھئے)

ہماری زبان

۲۲ اگست ۱۹۵۷ء

سرکاری زبان کمیشن کی رپورٹ

دستور میں یہ ہدایت تھی کہ پانچ سال کے بعد صدر ایک کمیشن مقرر کرے گا جس میں ہندی اور علاقائی زبانوں کے نمائندے ہوں گے اور جو یہ طے کرے گا کہ کیا ۱۹۶۵ء سے انگریزی کی جگہ ہندی مرکزی زبان ہو سکتی ہے یا نہیں۔ چنانچہ ۱۹۵۵ء میں کمیشن مقرر ہوا جس کے صدر شری بی۔ جی کھیر تھے۔ کمیشن نے ایک سوالنامہ شائع کیا۔ مختلف مقامات کا دورہ کیا۔ ریاستی حکومتوں کے نمائندوں اور علمی اداروں کے وفود سے ملاقات کی اور تقریباً سوا سال کے بعد اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ رپورٹ ضابطے سے راز رہی۔ مگر اخباروں میں اس کی سفارشیں چھپ ہی گئیں۔ اب سال بھر کی پردہ داری کے بعد یہ رپورٹ ۱۲۔ اگست ۱۹۵۷ء کو پارلیمنٹ کی میز پر رکھی گئی ہے اور ایک مشترک کمیٹی اس پر غور کرے گی۔

جیسا کہ خیال تھا رپورٹ میں سفارش کی گئی ہے کہ ۱۹۶۵ء سے انگریزی کی جگہ ہندی لے سکتی ہے۔ صرف دو ممبران نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی ہندوستان کے سب سے مشہور ماہر لسانیات ہیں اور ان کی رائے کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ دوسرے ڈاکٹر پی۔ سُبرائن ہیں جو وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور چونکہ جنوبی ہند کے ہیں اس لئے ان کی رائے بھی اہم ہے کمیشن میں ان لوگوں کی اکثریت تھی جو ہندی کے علاقے کے ہیں یا ہندی سے جن کی ہمدردی مسلّم ہے۔ اس لئے اس فیصلے پر کسی کو تعجب نہیں ہے پھر زبان کا مسئلہ بھی سیاسی مسئلہ ہو گیا ہے۔ اس لئے ماہرین لسانیات اساتذہ یا علما سے زیادہ سیاست دانوں کی مصلحتیں فیصلہ کن ثابت ہو رہی ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ بالآخر ہندی کو انگریزی کی جگہ لینی ہے اور اس سے شاید کم لوگوں کو اختلاف ہوگا۔ لیکن کیا ۱۹۶۵ء سے انگریزی کا چلن ختم کرنا مناسب ہوگا اور کیا ہندی میں سارے علمی اور انتظامی معاملات بخوبی بیان ہو سکتے ہیں؟ اس پر بحث ممکن ہے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ کمیشن نے اس معاملے میں ان لوگوں کے جذبات پر پوری توجہ نہیں دی جو ہندی کے علاقے کے نہیں ہیں۔ نہ اس نے ان دشواریوں پر اچھی طرح غور کیا جو ہندی کے نفاذ کے سلسلے میں پیش آئیں گی۔ جنوبی ہند والوں کا کہنا ہے کہ ہندی اول تو ہندوستان کی دوسری زبانوں کے مقابلے میں ترقی یافتہ نہیں ہے۔ دوسرے اس کے سرکاری زبان ہونے کی وجہ سے جنوبی ہند والوں کو ایک عرصہ تک شمالی ہند والوں کے مقابلے میں مجبوراً پس ماندہ رہنا پڑے گا اور دفاتر اور اعلیٰ عہدوں پر ان کی کماحقہ نمائندگی نہ ہوگی۔ ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی کا یہ خیال بھی غلط نہیں ہے کہ اس طرح "ہندی شاہی" کی بنیاد پڑ جائے گی جس کی وجہ سے ملک میں اتفاق کے بجائے اختلاف پیدا ہوگا۔ رپورٹ کی تیاری اور اس کی اشاعت میں جو طویل مدت گزری ہے وہ ان الزامات کی شاہد ہے کہ حکومت ہند بھی اس معاملے میں مطمئن نہیں ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ عبوری دور کی مدت کچھ اور بڑھا دینا چاہئے یہ مدت کم سے کم دس سال ہونا چاہئے۔ اس عرصے میں ایک ٹائم ٹیبل کے مطابق ہندی کی ترقی اور دوسری علاقائی زبانوں کی ہمت افزائی ہونی چاہئے تاکہ انھیں ہندی کے سرکاری طور پر نفاذ سے خطرہ محسوس نہ ہو۔ کچھ ریاستوں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ ۱۹۶۵ء تک انتظار بیکار ہے اور فوراً انگریزی کی جگہ ہندی کو دے دینا چاہئے۔ یہ انتہا پسندی ہے۔ اس سلسلے میں فیصلہ ہندی والوں کی خواہشات کے مطابق نہیں، بلکہ علاقائی زبانوں کی سہولت کے مطابق ہونا چاہئے جب علاقائی زبانوں کے استعمال کی سہولتیں بڑھیں گی تو وہ لوگ ہندی کے رواج پر خود بخود راضی ہو جائیں گے۔ اس معاملے میں ان پر جبر کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

کمیشن نے اردو کے متعلق جو خیالات ظاہر کئے ہیں ان میں "شبھ کامناؤں" کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ ضرور ہے کہ کمیشن کا اصل کام ہندی کے چلن کی تاریخ کے متعلق سفارش کرنا تھا۔ مگر کمیشن نے اس نکتے کو نظر انداز کر دیا کہ اردو یا دوسری علاقائی زبانوں کے بولنے والوں کی بے اطمینانی کو دور کرنا ہندی کی مقبولیت اور رواج کے لئے ضروری ہے۔ کمیشن کو ان مشکلات کا احساس تو ہوا جو لوگوں کو مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے میں پیش آ رہی ہیں مگر اس نے صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا کہ "ان مشکلات کو ختم کرنے کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ بعض ریاستوں میں اردو کو دوسری زبان کا درجہ دیا جائے اور دوسری جگہوں پر اسے خاص خاص کاموں میں استعمال کی سہولتیں حاصل ہوں" توقع یہ تھی کہ کمیشن اس سلسلے میں واضح طور پر سفارشیں کرے گا مگر اس نے صرف چند اشارات پر قناعت کی۔

مرکز کی سرکاری زبان کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ اس میں کسی ایک فریق جماعت کی امیدوں کا عکس کافی نہیں ہے۔ اسے ہندوستان کی ساری اہم زبانوں کے بولنے والوں کے جذبات و خیالات کا ترجمان ہونا چاہئے کاش ہمارے ارباب حل و عقد کچھ تھوڑے دلنوازی بھی سیکھ لیں تاکہ تمام زبانوں کے بولنے والے مطمئن ہو کر ہندوستان کی ترقی کے مبارک کام میں خوش دلی اور گرم جوشی سے حصہ لے سکیں۔

انجمن کی خبریں

بھوپال

بھوپال ۲۰۔ اگست کل رات ۹ بجے دفتر ندیم میں ریاستی انجمن ترقی اردو کی مجلس عاملہ کا جلسہ جناب مفتی جنید صاحب صدیقی کی صدارت میں ہوا جس میں مسٹر ایم عرفان نے رپورٹ پیش کی آپ نے بتایا کہ وہ مسٹر شرقی عثمانی کے ساتھ ۲۸۔ جولائی کو یہاں سے علی گڑھ کے لئے روانہ ہوئے اور ۳۰۔ جولائی کو ہر دو اصحاب نے ضروری مسائل کے سلسلے میں مرکزی انجمن کے نمائندوں سے ملاقات کر کے تفصیلی گفتگو کی جس کے نتیجے میں یہ خیال مناسب معلوم ہوا کہ مدھیہ پردیش میں انجمن ترقی اردو کی شاخوں میں مرکزیت قائم کرنے کے لئے اس صوبہ میں تین زون بنائے جائیں جن کو تعلق ریاستی انجمن ترقی اردو بھوپال سے ہوگا اور اس انجمن کا الحاق مرکزی انجمن سے رہے گا۔ لیکن اس بات کا آخری فیصلہ جنرل سکریٹری کریں گے۔

رپورٹ میں آگے چل کر بتایا گیا کہ مرکزی انجمن کے نمائندوں سے یہ بھی طے پایا ہے کہ مدھیہ پردیش میں ایک اردو کنونشن نومبر میں بھوپال میں ہو جس میں مرکزی انجمن کے نمائندے بھی شریک ہوں گے رپورٹ کی روشنی میں زون بنانے کا کام بھی مسٹر عرفان ہی کے سپرد کیا گیا۔ آپ اس سلسلے کی تفصیلات جلد انجمن کے سامنے رکھیں گے جن کو بغرض منظوری مرکزی انجمن کو بھیجا جائے گا۔ جلسہ میں مرکزی انجمن کی ہدایت پر ۲۵۔ اگست کو یوم اردو منانے کی بابت بھی طے پایا اس سلسلے میں ۱۹۔ اگست کو دفتر ندیم میں بھوپال کی ادبی جماعتوں کے نمائندوں کا ایک مشاورتی جلسہ ہوگا جس میں یوم اردو کے پروگرام کو آخری شکل دی جائے گی۔

یوم اردو کے سلسلے میں حسب ذیل اصحاب پر مشتمل ایک انتظامیہ کمیٹی بنائی گئی۔

اشتیاق عارف مدیا نگار

عبدالسلام صدیقی سابق ڈائرکٹر تعلیمات۔ ایم عرفان۔ وکیل عبدالخبیر سکریٹری سٹی کمیٹی انجمن ترقی اردو۔ شرقی عثمانی نائب صدر جمعیۃ العلماء مفتی جنید صدیقی انجم سلطانی۔ طالب قریشی جوائنٹ سکریٹری ریاستی انجمن ترقی اردو۔

اُردو

ہوئی قدر محبت پر جو قائم
مری تخصیص لامحدودیت ہے
نہ ہوتی ہو جہاں تکریم میری
عزیز کعبہ و بت خانہ ہوں میں
بڑی ہر چند میری شان و شوکت
مگر میں اپنی پیدائش سے اب تک
کہیں رنگینیاں ہیں فارسی کی
چنے ہیں پھول ہر گلشن سے میں نے
کشش محسوس کی جس علم میں بھی
نظر آیا جہاں بھی حسن کوئی
تصوف، فلسفہ، اخلاق، حکمت
معانی کا سمندر موجزن ہے
غلامی کی گھٹا چھائی وطن پر
ادیبوں نے مرے دیں یہ صدائیں
"سنو اے ساکنانِ خاکِ پستی
کہ آزادی کا اک لمحہ ہے بہتر
اب آزادی کے بعد اس دور نو میں
بہت سے خسروانِ تیشہ در دست
مگر باوصف اس سعیِ جنوں کے
ہوا ہے دفتروں میں داخلہ بند
نئے اک اشتراکِ باہمی سے
سمٹنے پر بھی شاید بڑھ رہی ہیں
رہی ہوں کل تلک میں جن دلوں میں
مرا ماضی گواہی دے رہا ہے
یہ ہے مجھ کو مئے عشرت سے بڑھ کر
کٹھن حالات میں رہ کر پلی ہوں
میں اس تہذیب نو کی ترجماں ہوں
کہ میں مقبول عام اردو زباں ہوں
نہیں ہے ایسی کوئی انجمن بھی
مناجاتیں بھی ہیں مجھ میں بھجن بھی
شہنشاہوں کے درباروں میں رہ کر
پلی پھولی قلم کاروں میں رہ کر
کہیں بھاشا کے شبدوں کی پھبن ہے
مرا دامن چمن اندر چمن ہے
اسے بڑھ کر کلیجے سے لگایا
اسے میں نے دل و جاں میں بسایا
سمٹ آئے مری پہنائیوں میں
مرے الفاظ کی گہرائیوں میں
تو میں نے ذوقِ آزادی ابھارا
مرا ہر شاعر اس لے میں پکارا
ندا یہ آ رہی ہے آسماں سے
غلامی کی حیاتِ جاوداں سے"
کئی راز نہاں مجھ پر کھلے ہیں
مری تعمیر ڈھانے پر تلے ہیں
مرا دلدادہ ہر پیر و جواں ہے
گھروں میں تو مرا سکہ رواں ہے
مرے چرچے ہیں شیخ و برہمن میں
مری پہنائیاں ارضِ وطن میں
انھیں میں آج بھی مسکن ہے میرا
کہ مستقبل بہت روشن ہے میرا
میں زہرابِ مصائب بھی پیوں گی
کٹھن حالات میں رہ کر جیوں گی

(محمود سعیدی)

دلی میں یوم اُردو

۲۵۔ اگست کو انجمن ترقی اردو شاخ دلی کے زیر اہتمام اردو پارک دہلی میں یوم اردو منایا جا رہا ہے جس کی صدارت پنڈت ہردے ناتھ کنزرو فرمائیں گے۔ اس پروگرام میں دہلی شہر کے سرکردہ ادبا شعرا اور ہر سیاسی پارٹی کے نمائندے حصہ لے رہے ہیں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب مرکز سے جو تحریر وصول ہوئی ہے پیش کریں گے جناب گوپی ناتھ امن لکھنوی، لالہ شیام ناتھ، بنارسی داس چترویدی، ڈاکٹر اشرف، رادھا رمن میر مشتاق احمد، ماسٹر سوا دگت سنگھ مولانا قیام الدین فاروقی، توک چند محروم منور لکھنوی، روش صدیقی، جگن ناتھ آزاد اللہ مہاری، گلزار دہلوی، احمد ہجگی، ساحر ہوشیار پوری، انجپال مثل اور عرش ملسیانی اردو کی صورت حال پر تقریریں اور نظمیں پیش کریں گے۔

اُردو دُنیا

جالندھر میں اردو میلہ

۴۔ اگست کو جالندھر میں بھاگ سنگھ کے مکان پر اختر رضوانی کی زیر صدارت اردو میلہ کے انعقاد کے سلسلے میں ایک اہم میٹنگ ہوئی جس میں پنڈت میلا رام وفا اور نکودری، ہر بھگوان شاد، پریم پشپ، برق جہانپوری، ایڈیٹر شاردا، سری رام آہوجہ، چرنجیت لال دیپک، ڈاکٹر جے گوپال، رنجیت سنگھ نقر اور دوسرے حضرات شامل ہوئے۔ فیصلہ ہوا کہ ماہ اکتوبر کے پہلے ہفتے میں جالندھر میں دو روزہ اردو میلہ منعقد کیا جائے۔ اس سلسلے میں ماہ ستمبر کے دوسرے ہفتے میں پنجاب بھر کے اردو دوست حضرات کی کونشن بلائی جائے تاکہ انتظامیہ اور دیگر معاملات کی ذمہ داری بانٹ دی جائے۔

گورنر کی اردو تقریر

آندھرا پردیش کے گورنر مسٹر بھیم سین سچر نے حیدر آباد ریڈیو سے اپنا پیغام اردو میں نشر کرتے ہوئے فرمایا:

"آندھرا پردیش تو بھارت کا وہ حصہ ہے جہاں شمالی اور جنوبی حصوں کا دلفریب ملاپ اور ہندو مسلم تہذیب تمدن کا دلچسپ اور سبق آموز مرقع قدم قدم پر نظر آئے گا۔ جہاں ایک طرف کروڑوں انسانوں کی مادری زبان تلگو ہے وہاں اسی علاقے میں اردو اور ہندوستانی زبان کا بول بالا بھی ہے۔"

گورنر موصوف نے ملک کی یک جہتی کا تذکرہ کرتے ہوئے اقبال کا یہ شعر پڑھا ؎

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

بین الاقوامی خلوص، عالمگیر محبت اخوت اور مساوات اور خدمت خلق کا ذکر کرتے ہوئے شیخ سعدیؒ کے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

بنی آدم اعضائے یک دیگرند — کہ در آفرینش ز یک جوہرند
چو عضوے بدرد آورد روزگار — دگر عضو ہا را نماند قرار

نیشنل بک ٹرسٹ

نئی دہلی۔ حکومت ہند کی سرپرستی میں ایک ادبی اشاعت گھر "بک ٹرسٹ" کے نام سے قائم کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن نے اس کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ اچھی کتابوں کی اشاعت سے ملک میں اتحاد اور "ڈسپلن" بڑھ سکتا ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے اس تقریب کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو کم داموں میں اچھی کتابیں مہیا کی جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس ادارے کے قیام سے پبلشروں کے کاروبار پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ اس کا مقصد ادیبوں کو متحرک کرنا ہے۔ یہ اشاعت گھر کلاسیکی اور دوسری کتابوں کے ترجمے شائع کرے گا۔ اس ادارے کے صدر شری دیش مکھ مقرر کئے گئے ہیں۔

ہندستانی پرچار سبھا

بمبئی۔ روزنامہ خلافت بمبئی اطلاع دیتا ہے کہ ہندوستانی پرچار سبھا بمبئی (وردھا) کے ہندی امتحانات کا مرکز پچھلے پانچ سال سے قائم ہے۔ امسال اس کے امتحانات ۱۳ اکتوبر سے ہوں گے۔ ان امتحانوں میں شرکت کرنے والے امیدواروں کو اردو اور ہندی جاننا ضروری ہے۔ اردو داں طبقے کے لئے یہ سنہری موقع ہے کہ صرف ۴۰ فیصدی نمبر کے جوابات ہندی میں لکھ کر ہندی سرٹیفکیٹ حاصل کر سکتے ہیں۔

اردو داں حضرات کے لئے موقع ہے کہ وہ ان امتحانوں میں شریک ہو کر مستفید ہوں۔ ہندوستان میں یہی ایک سبھا ہے جس نے اردو کو لازمی قرار دیا ہے۔ کرناٹک کے اردو پرائمری مدارس کے اساتذہ کے لئے یہ سنہری موقع ہے۔

مزید معلومات کے لئے ہندستانی پرچار سبھا انگلو اردو ہائی اسکول بمبئی کو لکھا جا سکتا ہے۔ امتحان کے ایک ماہ پہلے فارم بمبئی سنٹر کے سکریٹری کے پاس پہنچ جانے چاہئیں۔

شاخ کلکتہ کے الحاق کی تنسیخ

انجمن ترقی اردو ہند کی الحاق شدہ شاخ کلکتہ جس کے صدر خان بہادر سید سلیمان ورد صاحب اور سکریٹری شری ہیرا لال چوپڑہ صاحب ایم۔ اے پروفیسر کلکتہ یونیورسٹی تھے ایک عرصے سے معطل ہے۔ مرکز کو خطوط کے جواب تک نہیں ملتے آخر اس صورت حال سے تنگ آکر ایک نوٹس صدر، نائب صدر، سکریٹری اور نائب سکریٹری کو بھیجا گیا کہ دس دن کے اندر آپ کے وجود کا پتہ نہ چلا تو مرکز سے آپ کی شاخ کا الحاق ختم کر دیا جائے گا۔ صدر کے نام جو رجسٹری گئی تھی وہ واپس آگئی۔ اور کسی کا کوئی جواب نہیں ملا۔ اس لئے اس شاخ کا الحاق منسوخ کیا جاتا ہے اور اب دوسری شاخ انجمن کے قواعد و ضوابط کے مطابق بنائی جائے گی۔

(جنرل سکریٹری) آل احمد سرور

ریڈیو کی ہندی خبریں

ہندوستان ٹائمز دلی کی شام کی اشاعت ،،ایوننگ نیوز،، ۱۰ اگست ۱۹۵۷ء میں حسب ذیل ایڈیٹوریل نوٹ شائع ہوا ہے۔

”یہ عام طور پر محسوس کیا جارہا ہے کہ آل انڈیا ریڈیو سے ہندی میں جو خبریں شائع ہوتی ہیں ان کو موجودہ زبان سے زیادہ آسان زبان میں شائع کرنا چاہیے۔

آل انڈیا ریڈیو اپنی خبروں میں جگہ جگہ ایسے مشکل ہندی لغات استعمال کرتا ہے کہ ان کا سمجھنا ایک متوسط آدمی کی استعداد سے باہر ہے اس لئے بیچارے کے پلے کچھ نہیں پڑتا۔

ان لوگوں کو چھوڑئیے جو ہندی کم جانتے ہیں۔ وہ لوگ بھی جو ہندی اچھی طرح جانتے ہیں اور جنھیں انگریزی میں بھی خاصا درک ہے یہ خیال کرتے ہیں کہ ہندی خبروں میں بعض اوقات ایسے ادق لفظ یا اداے مطلب کا ایسا مشکل انداز اختیار کیا جاتا ہے جس سے صرف یہ ظاہر مقصود ہوتا ہے کہ ہندی بھی کوئی مالدار زبان ہے۔ اگرچہ ان مشکل لفظوں کا مطلب دوسرے لفظوں کے مرکب یا کسی آسان اردو لفظ سے ادا کیا جا سکتا ہے۔

اسی لئے ڈیپارٹمنٹ کی پروگرام ایڈوائزری کمیٹی منعقدہ دلی نے حال میں آسان زبان میں خبریں شائع کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے اسے سب نے پسند کیا ہے۔ اور لوگوں نے اس بات کا خیر مقدم کیا کہ آل انڈیا ریڈیو کے لئے الفاظ کا ذخیرہ وفرہنگ ہمتیں ومرتب کردیا جائے گا

لیکن اس سے بھی زیادہ ضروری یہ ہے کہ آل انڈیا ریڈیو میں کام کرنے والوں کی ذہنیت بدلی جائے جو بار بار کہنے پر بھی ریڈیو کے ایک متوسط درجے کے سامع کو پیش نظر رکھنا بھول جاتے ہیں۔“

صاحبزادہ آفتاب علی خاں کا انتقال

افسوس ہے کہ پندرہ اگست ۱۹۵۷ء کو صاحبزادہ میر آفتاب علی خاں میرنے ایک طویل علالت کے بعد انتقال کیا۔ مرحوم حیدرآباد کے قدیم شرفاء سے اور خانوادۂ آصف جاہی کے فرد تھے۔ مدرسہ عالیہ متعلق نظام کالج کے استاد رہ کر وظیفہ پا چکے تھے۔ ۶۰ سال سے متجاوز عمر تھی اور خوشگو شاعر تھے۔ افسوس ہے کہ دیوان شائع نہ کر سکے۔

حیدرآباد اردو ہال جلسہ

یوم اردو کے سلسلے میں ۲۵ اگست کو ایک جلسہ جناب راجہ پرتاپ گیرجی کی صدارت میں اردو ہال حمایت نگر میں انجمن ترقی اردو حیدرآباد منعقد کر رہی ہے۔

اُردو ہماری زبان ہے

(از منشی بشیشور پرشاد منور لکھنوی)

یہ اپنی جنس ہے مال دکان غیر نہیں　　برائے نام بھی اس میں نشانِ غیر نہیں
بیان غیر نہیں، داستان غیر نہیں　　کسی طرح سے بھی اردو زبان غیر نہیں

زبان دیر، زبانِ حرم سمجھتے ہیں
خدا کی دین اک اردو کو ہم سمجھتے ہیں

بناؤ اس کا عجب کچھ سنگار اس کا ہے　　جو موتیوں سے گندھا ہے وہ بال اس کا ہے
بہت حسین رخِ آبدار اس کا ہے　　اک آئینہ چین روزگار اس کا ہے

سدا سہاگ کی اس نے خبر ہیں دی ہے
جبین مادر ہندوستان کی بندی ہے

عذاب اس میں کہاں ضامن ثواب ہے یہ　　پسند خاطر ہر رند کامیاب ہے یہ
جو بے نظیر ہے وہ بے مثل انتخاب ہے یہ　　جو سوم رس سے کشیدہ ہو وہ شراب ہے یہ

جھلک رہی ہے زلیخا کی آن بان اس میں
شکنتلا کی جوانی ہے اٹھان اس میں

تھا پالنے کو تو گہوارۂ وطن اس کا　　ملا ہے گود میں پنجاب کی وطن اس کا
بساط دامن دہلی ہے یا چمن اس کا　　ہے لکھنؤ کی اداؤں میں بانکپن اس کا

مجھے لگاؤ ہے کیا کسی سے بیٹی ہے
کہ یہ بھی مادر ہندوستان کی بیٹی ہے

برائے نام تھا یانی شہ جہاں اس کا　　ملا ہے عہد تیمور میں بھی نشاں اس کا
کنارِ گنگ و جمن میں تھا آشیاں اس کا　　چلا تھا سندھ کی وادی سے کارواں اس کا

جہاں جہاں بھی گئی یہ برنگ سیل گئی
حدود ہند سے باہر بھی جا کے پھیل گئی

شمال میں بھی وجود اس کا برگزیدہ ہے　　دل جنوب کی بھی ترجمان چیدہ ہے
تمام مشرق و مغرب کی نور دیدہ ہے　　مگر کچھ آج یہ انصاف نارسیدہ ہے

فروغ پا کے فقیروں میں بادشاہوں میں
کھٹک رہی ہے کچھ اصحاب کی نگاہوں میں

لبوں سے دور نہ ہونے دیجئے اس کو　　یہ جام آپ کا ہے ترو کے پیجئے اس کو
زباں ہے دیس کی جینے تو دیجئے اس کو　　بقا کے حق سے نہ محروم کیجئے اس کو

بتائیں کیا جو گزرتی ہے جانِ اردو پر
ہو کچھ تو رحم خدارا زبانِ اردو پر

یوم آزادی

۱۵۔ اگست کو یوم آزادی کے سلسلے میں ملک کے گوشے گوشے میں جلسے، جشن، جلوس اور مشاعروں کی تقریبیں ہوئیں۔ اردو والوں کا حصہ اس میں نمایاں تھا۔ یعنی ہندوستان کے شمال سے لے کر جنوب اور مغرب سے مشرق تک جگہ جگہ اردو کے مشاعرے ہوئے۔ دلی میں لال قلعے کے دیار عام میں حسب معمول شاندار مشاعرہ ہوا۔

لکھنؤ، الہ آباد، بمبئی، پٹنہ، ناگ پور، جالندھر، امرتسر، کلکتہ، آگرہ، حیدرآباد، مدراس، بنگلور، اورنگ آباد تمام جگہوں پر ہندو مسلم، سکھ، عیسائی، پارسی سبھوں نے مل کر مشاعرے کئے۔ اور عوام کے علاوہ ریلوے، پولیس، فوج ہر شعبے کے لوگوں نے حصہ لیا۔

لکھنؤ میں این۔ ای۔ آر والوں نے حیات اللہ انصاری صاحب کی صدارت میں مشاعرہ کیا تو لکھنؤ کنٹونمنٹ علاقے کے شاندار مشاعرے میں لفٹننٹ جنرل ایس۔ پی تھوراٹ جنرل افسر کمانڈنگ ان چیف ایسٹرن کمانڈ نے صدارت فرمائی۔

حیدرآباد کے وزیر مال جناب گوپال ریڈی صاحب نے تو اردو اور مشاعروں سے دلچسپی کے سلسلے میں "وزیر مشاعرہ" کا لقب حاصل کر لیا ہے

شاخ انجمن دیوبند

شاخ انجمن ترقی اردو ہند دیوبند کی مجلس عاملہ منعقدہ ۱۸۔ اگست نے طے کیا ہے کہ جناب ٹھاکر ارجن سنگھ صاحب چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ سہارن پور کی صدارت میں ۲۵۔ اگست کو یوم اردو کا جلسہ اور ایک مشاعرہ منعقد کیا جائے۔

اور یہ بھی طے ہوا ہے کہ مرکزی انجمن سے درخواست کی جائے کہ وہ حکومت سے مطالبہ کرے کہ یو۔ پی کے کسی مقام پر ایک ایسی یونیورسٹی قائم کرے جو ہندی کے ساتھ اردو کو بھی ذریعہ تعلیم رکھے۔

بہار میں یوم اردو

جنرل سکریٹری صاحب ریاستی شاخ بہار اطلاع دیتے ہیں کہ پوری ریاست میں انجمن نے یوم اردو منانے کے انتظامات مکمل کر لئے ہیں۔ مرکز کی ہدایت کے مطابق نہایت اہتمام کے ساتھ جلسے اور مشاعرے وغیرہ منعقد کئے جائیں گے۔

مراسلات

سلیمان ظفر صاحب

بڑی خوشی کی بات ہے کہ دن بدن "ہماری زبان" کا معیار دن بدن بلند ہو رہا ہے۔ اس کے ذریعے ہم دنیائے اردو کی سرگرمیاں پڑھ سکتے ہیں

اس دور میں جتنا اہم کام ہمارے ذمے اردو کو علاقائی زبان بنانے کا ہے اتنا ہی اردو ٹائپ کا رواج دینا بھی ہے۔ اگرچہ اس سے بعض لوگوں کو وقتی طور پر دشواری پیش آئے گی لیکن اگر ہم اردو کی درسی کتابیں ٹائپ میں شائع کریں تو ہماری آنکھیں ٹائپ کے حروف سے مانوس ہو جائیں گی اور ہماری آئندہ نسلیں ٹائپ کی چھپائی کو پڑھنے میں کسی قسم کی دقت نہیں محسوس کریں گی۔

ایران میں ٹائپ کو اپنایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایرانیوں کو ٹائپ کی تحریر پڑھنے میں کسی قسم کی دشواری محسوس نہیں ہوتی ہے۔

ٹائپ کو اپنانے کا فیصلہ ملک گیر پیمانے پر کیا جانا چاہیے یہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے جب ہم دوسری علاقائی زبانوں کے اخبار اور رسالے جو کہ ٹائپ میں چھپتے ہیں دیکھتے ہیں تو اس کی دیدہ زیب چھپائی دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں کہ فوٹو بلاک بڑی خوبصورتی سے پیش کئے جا سکتے ہیں اس کے سامنے لیتھو کی چھپائی بہت ہی پھیکی دکھائی دیتی ہے۔ آفسٹ یقیناً خوبصورت ہوتا ہے لیکن وہ چھوٹے رسالوں اور اخباروں کے لئے جن کی اردو میں بہت ہی زیادہ تعداد ہے بہت ہی گراں ثابت ہوتا ہے۔

اگر آپ "ہماری زبان" کو ٹائپ میں شائع کریں تو یہ ہمارے دوسرے اخباروں اور رسالوں کے لئے نمونے کا کام دے سکتا ہے۔ اگر آپ پورا اخبار ٹائپ میں شائع نہ کرنا چاہتے ہوں تو کم از کم اندر کے چار صفحات تو ضرور ٹائپ میں شائع کریں۔

اورینٹل کالج بمبئی

ڈاکٹر عبدالعلیم نامی پرنسپل اورینٹل کالج بمبئی یہ اطلاع دیتے ہیں:

اورینٹل کالج بمبئی کی منتظمہ کمیٹی نے یہ طے کیا ہے کہ اردو ادب اور اسلامیات کے علاوہ ۱۹۵۸ء سے ہندی، عربی اور فارسی کے امتحانات بھی جاری کئے جائیں۔ چنانچہ ہر سہ امتحانات کے نصاب کی ترتیب "تعلیمی کمیٹی" کے سپرد کر دی گئی ہے اور یہ امتحانات اگست ۱۹۵۸ء سے شروع ہوں گے۔ کالج کی منتظمہ کمیٹی نے یہ بھی طے کیا ہے کہ اردو ادب کے امتحانات ادیب۔ منشی اور منشی عالم اور اسلامیات کے امتحانات متعلم اسلامیات اور ماہر اسلامیات سال میں دو بار جنوری اور اگست میں ہوں گے۔*

---

* اسلامی امتحانات کا نصاب اردو میں مرتب کیا گیا ہے اور ذریعہ تعلیم بھی اردو رکھا گیا ہے۔

معاصرین

اردو کے کچھ اعداد

(صدق جدید کے شکریے کے ساتھ)

اخبارات کے رجسٹرار صاحب کی پارلیمنٹ کے سامنے پیش کردہ رپورٹ سے خلاصہ:

(۱) آندھرا پردیش کے روزنامے

انگریزی کے ۲ مرہٹی کا ۱ ہندی کا ۱

اردو کے ۱۲ تلنگی کے ۵

(۲) آندھرا کے کل پرچے روزنامے، ہفت روزہ اور ماہنامے ملاکر

ہندی کے ۵ اردو کے ۳۸

اعداد یاد کر لیجیے کہ حیدر آباد مرحوم کے نہیں زندہ و سلامت آندھرا کے ہیں! اردو روزناموں کی تعداد راشٹر بھاشا والوں سے ۱۲ گنی اور ہندی اور مرہٹی اور تلنگی اور انگریزی ساری زبانوں کے روزناموں کو ملاکر بھی ان سے ۲۰ فیصدی زائد! اور اسی ملک کی اردو یونیورسٹی کو توڑ کر اسے ہندی یونیورسٹی بنا دینے پر اصرار!

(۳) پنجاب کے روزنامے

انگریزی ۳ پنجابی ۱۳

ہندی ۲ اردو ۱۲

اور اردو کے یہ کل کے کل روزنامہ غیر مسلموں یعنی ہندوؤں آریہ سماجیوں اور سکھوں کے ہاتھ میں اور یہی وہ زبان ہے جس کے متعلق ارشاد عالی ہے کہ مسلمانوں کی زبان ہے۔

(۴) پنجاب کے کل پرچے ملاکر۔

انگریزی ۴۷ پنجابی ۹۳

ہندی ۴۳ اردو ۱۳۳

اور راشٹر بھاشا اس علاقے کی بھی ہندی ہی ہے!

دو علاقوں کے اعداد اور سن لیجیے۔

(۵) بمبئی انگریزی ۱۳۔ ہندی ۹ اردو ۱۰

میسور " ۵ " × " ۳

ہندی کا سب سے بڑا گڑھ یا حصن حصین اپنا یوپی ہے۔ سو یہاں بھی یہ حال ہے کہ ہندی کے کل پرچے ۴۹۲ نکل رہے ہیں، تو اردو کے بھی ۲۱۵ ہیں! یعنی یہاں بھی اردو پرچے یہ نہیں کہ نہ ہوں یا نہ ہونے کے برابر ہوں بلکہ بہت سے کچھ ہی کم ہیں! اور یہاں اردو کا سرکاری زبان ثانی تسلیم ہونا الگ رہا۔ بہ حیثیت علاقائی زبان کے بھی اس کا وجود گوارا نہیں! دنیا کے تعصبات کی تاریخ میں اس شدید لسانی تعصب کی نظیر ملنا آسان نہیں! (صدق جدید)

کورس کی اردو کتابیں بازار میں نہیں آئیں

(قومی آواز)

پرائمری کورس کی تینوں اردو کتابیں بیسک اردو ریڈر حصہ دوم حصہ سوم اور حصہ پنجم ۔ ۲۔ بیسک حساب حصہ دوم، سوم چہارم اور پنجم اور جنرل سائنس کی کرشی سرل وگیان ۳ حصہ اول، دوم اور سوم اب تک بازار میں نہیں آئی ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ کورس کی ہندی اور اردو کتابوں کی منظوری نصاب کمیٹی کی طرف سے ایک ساتھ ہوئی تھی اور ٹکسٹ بک کی چھپائی کے متعلق افسران کو کتابوں کی طباعت کے لئے ہدایتیں بہت پہلے جاری کر دی گئی تھیں اور متعلق افسران کی طرف سے ہندی کتابوں کی طباعت کا آرڈر اپریل کے مہینے ہی میں دے دیا گیا تھا لیکن نامعلوم اسباب کے تحت اردو کتابوں کی طباعت کا حکم پتہ چلا ہے کہ ۲۱۔ جولائی ۱۹۷۰ کو پرائمری اسکولوں کے کھلنے کی مقررہ تاریخ سے بھی ۲۲ روز بعد دیا گیا۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اگرچہ اردو کتابیں جو تسلیم شدہ ناشروں کو سرکار کی طرف چھاپنے کے لئے دی گئی تھیں طباعت کی منزل سے گزر چکی ہیں۔ مگر ان کے ٹائیٹل کی چھپائی جو سرکاری پریس میں ہو رہی ہے ابھی نہیں ہو سکی ہے اور گورنمنٹ پریس میں کاموں کا جو ہجوم ہے اس کے پیش نظر خیال کیا جا رہا ہے کہ ستمبر کے دوسرے ہفتے سے پہلے کسی طرح ٹائٹل جن کے بغیر مطبوعہ کتابوں کا بازار میں آنا محال ہے چھپ نہیں سکیں گے۔

افسر میرٹھی فلمی میدان میں

(فن کار بمبئی)

اردو کا مقبول ترین شاعر اور ادیب حامد اللہ افسر میرٹھی جو گزشتہ ۲۵ سال سے اردو زبان کی خدمت کر رہا ہے اور جس کا ادبی تعاون آج بھی ہندو پاک کے بلند پایہ اخبارات اور رسائل کو حاصل ہے عنقریب میدان فلم سازی میں قدم رکھنے والا ہے۔

افسر میرٹھی نے اپنی فلم کے لئے خود ہی کہانی لکھی ہے اور اس کے مکالمات و گیت بھی اسی کے ہوں گے۔ یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ افسر ایک بلند پایہ شاعر ہے جس کے نغمے شمالی ہند کے دیہاتوں میں بڑے ذوق سے گائے جاتے ہیں۔

حامد اللہ افسر کی پہلی فلم کا نام ابھی زیر غور ہے اور کاسٹ کا انتخاب بھی جلد ہی ہونے والا ہے۔ حامد اللہ افسر عنقریب اپنی تمام تیاریوں کے ساتھ بمبئی پہنچ رہا ہے۔

اور یہ لسانی جھگڑے

(بہ سلسلۂ گزشتہ)

محمد صلاح الدین انصاری

اگر حکومت ہند ایسا انتظام کرنے سے قاصر رہی تو پھر یہ لسانی جھگڑے وہی صورت اختیار کر سکتے ہیں جو آج پنجاب میں ہو رہا ہے۔ ہم اردو کے متوالے آج دس برس سے اس کے منتظر ہیں کہ صاف ستھری فضا میں ہمارے مطالبات منظور کر لئے جائیں۔ ہم حکومت کو ایسے نازک دور میں جب کہ ہم دوسرے پنج سالہ منصوبہ کو پورا کرنے کی طرف زیادہ متوجہ ہیں، نہیں پریشان کرنا چاہتے ہیں۔ اور ملک کی ترقی میں سنگ گراں نہیں بننا چاہتے ہیں۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ریل کے ڈبوں ریلوے اسٹیشنوں۔ کچہریوں۔ کالجوں۔ اسکولوں۔ یونیورسٹیوں اور دیگر سرکاری اور نیم سرکاری اداروں سے اردو کو بے دردی سے نکال کر یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ اب اردو لکھنے پڑھنے والے باقی نہیں رہے۔ اس لئے اردو کی ضرورت ختم ہو گئی اس وقت ہماری قوت برداشت ہمیں جواب دینے لگتی ہے۔ کوئی ان سے دریافت کرے کہ اگر اردو لکھنے پڑھنے والے مر گئے یا مار دیئے گئے تو پھر یہ اردو اخبارات آج بھی ہندی اخبارات کے برابر کیوں شائع ہو رہے ہیں۔ بلاشبہ بعض علاقوں میں ہندی کے اخبارات زائد ہیں۔ بالکل اسی طرح ملتی جلتی مثال اردو کے ساتھ ہے۔ جہاں اردو کے اخبارات ہندی سے بہت زائد ہیں جیسے کلکتہ میں ہندی اردو کے مقابلے میں چوتھائی ہے۔ دہلی میں چوتھائی سے بھی کم ہے۔ پنجاب میں ہندی اردو کے مقابلے میں آٹھویں نمبر سے بھی نیچے ہے۔ بمبئی شہر اور حیدرآباد شہر میں بھی یہی حال ہے۔ جنوبی ہند میں بھی ہندی کی پوزیشن کوئی خاص اہمیت کی مالک نہیں۔ ہندی اگر مقبول ہے تو صرف یوپی، بہار راجستھان اور کسی قدر مدھیہ بھارت میں۔ ہندی کو بلاشبہ سرکاری حیثیت تو حاصل ہو گئی ہے۔ لیکن علاقائی اہمیت حاصل کرنے میں ہمیں جلد بازی سے کام نہ لینا چاہیئے۔ ہندی زبان کو ترقی دینے سے پہلے ہمیں دیگر علاقائی زبانوں کے مستقبل کی نگہداشت دیکھنی ہوگی۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو غیر ہندی والے ہندی والوں سے خوف محسوس کریں گے اور طرح طرح کے شکوک پیدا کر دیں گے۔ ہم اب آزاد ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کے اشتراک کی ضرورت ہے اور یہ جبھی ہو سکتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے امنگوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ طاقت کے نشے ✲

✲ میں رہ کر کام کرنے کی ذہنیت بہت فرسودہ ہو چکی ہے۔ ہم جمہوری دور میں داخل ہو چکے ہیں۔ ہمیں عوام کی دکھتی رگوں پر ہاتھ رکھنا ہوگا۔ مرض کا یہی علاج ہے اور عظیم ہندوستان کی تعمیر ہمیں اسی اعلیٰ آدرش کے ساتھ کرنا ہے۔

یوم اُردو

جے پور انجمن ترقی اردو جے پور کی مجلس عاملہ کا ایک ضروری جلسہ ۱۱۔اگست بروز اتوار جناب نند لال صاحب نگم کی صدارت میں اردو محل (مسلم مسافر خانہ) میں منعقد ہوا۔ منشی من موہن لال صاحب بسمل، سید الحق علی صاحب عسکری۔ حکیم حافظ عبدالسلام صاحب و سکریٹری انجمن ہذا نے جلسے میں شرکت کی۔

محمد سراج الحق سکریٹری انجمن ترقی اردو جے پور نے انجمن کی پچھلے چند مہینوں کی کوششوں اور سرگرمیوں کی تفصیلی رپورٹ پیش کی۔ نیز اردو کانفرنس منعقدہ علی گڑھ کے متعلق بھی ممبران کو تفصیلی حالات سے آگاہ کیا۔

جلسہ میں یہ طے کیا گیا کہ حسب تجویز اردو کانفرنس علی گڑھ منعقدہ ۳۰،۳۱ جولائی انجمن ترقی اردو جے پور ۲۵۔اگست کو اعلیٰ پیمانے پر یوم اردو منائے اور ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو اس میں شرکت کی دعوت دے۔

سکریٹری کو ہدایت کی گئی کہ وہ جلد از جلد دعوت نامے چھپوا کر ان کے تقسیم کرانے کا انتظام کرے اور مقامی اخباروں میں بھی یوم اردو منانے کی اطلاع شائع کرائے

بلند شہر کارکنان انجمن ترقی اردو شاخ بلند شہر کا خصوصی اجتماع دفتر ماہنامہ "پرچم" میں منعقد ہوا اور تجاویز ذیل اتفاق آراء سے پاس ہوئیں۔

(۱) ۲۵۔اگست ۵۷ء کو یوم اردو حسب ہدایت مرکزی انجمن ترقی اردو علی گڑھ پورے جوش کے ساتھ منایا جائے۔

(۲) بچوں کا تقریری مقابلہ بعنوان اردو اور ہندوستان کیا جائے

(۳) علمی سرگرمیوں کا سالانہ نقشہ اور کام کا صحیح جائزہ لیا جائے۔

(۴) صحافی و مصنفین و شعراء کی تقریریں اور شب کو مشاعرہ کیا جائے۔

جلسہ اور طے ہونے کے بعد اڈیٹر پرچم جناب بسمل صاحب نے کارکنان کو دعوت عصرانہ دیتے ہوئے فرمایا کہ شاخ بلند شہر کو اتر پردیش میں نمونہ کی شاخ ہونا چاہئے۔ اس سلسلے میں ہمیں ابھی کافی جدوجہد کرنی ہے جس کے لئے میں اپنی خدمات پیش کرتا ہوں۔

لغت اور استعمال عام

(سلسلہ گزشتہ)

رشید حسن خان

بیگم — ترکی لفظ ہے۔ بضم حرف ثالث۔ غیاث میں بکسر ثالث بھی درج ہے۔ فرہنگ عامرہ میں فتحہ و کسرہ دونوں حرکات صحیح ہیں۔ بہرحال اردو میں صرف بہ فتح گاف مستعمل ہے۔ اس سلسلے میں آتش کا مشہور لطیفہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔

ایزد — خدا — فارسی لغات میں اس کو صرف بکسر زا لکھا ہے لیکن ازالۃ الاغلاط میں لکھا ہے کہ اہل فارس کے لہجے میں بہ فتح زا ہے۔ نیز فارسی شعراء نے بھی اس کو کہیں کہیں بہ فتح زا استعمال کیا ہے جس کی سند میں نظامی و غالب کے دو شعر درج کئے ہیں۔ بہرحال اردو میں زا مفتوح ہے۔

مصحف — قرآن پاک — عربی میں اس کے لفظی معنی ہیں وہ چیز یکجا در رسالہ جمع کردہ شدہ و ہیں سے بطور مجاز قرآن پاک کے معنی میں مستعمل ہے۔ عربی میں اس پر دو حرکات آتی ہیں۔ ضم میم و کسرۂ میم۔ اردو میں بعض لوگ اس کو بہ فتح میم بولتے ہیں اور بعض بہ ضم میم۔ دونوں رائج ہیں اس لئے دونوں صحیح ہیں۔ البتہ بکسر میم اردو میں رائج نہیں ہو سکا۔

مشک — میم پر پیش بھی ہے اور زیر بھی۔ اردو میں صرف پیش مستعمل ہے۔ فارسی میں اہل ماوراء النہر اس کو بہ ضم اول بولتے ہیں اور اہل فارس بکسر اول تعریب کے نتیجے میں شین۔ سین مہملہ سے بدل گیا اور میم مکسور ہو گیا۔

مستقر — ٹھہرنے کی جگہ — عربی میں را مشدد ہے۔ فارسی میں مخفف۔ اردو میں بھی بہ تخفیف را مستعمل ہے۔

مژدہ — خوشخبری — فارسی میں بہ ضم اول بھی ہے اردو میں صرف بہ ضم اول رائج ہے۔

مژگاں — پلکیں — یہ دراصل مژہ کی جمع ہے۔ میم مضموم بھی ہے اور مکسور بھی۔ اسی طرح زائے فارسی دراصل مفتوح تھی۔ ؎

چشمت بہ دامن مژگاں بر کباب دل
آتش زدہ کہ بال سمندر شکستہ است

(مسیح کاشی)

لیکن استعمال عام میں یہ سکون زا ہو گیا۔ اردو میں صرف بکسر اول و سکون ثانی مستعمل ہے۔

مدہوش — وارفتہ — فارسی میں واؤ معروف ہے۔ اردو میں مجہول بولتے ہیں۔

خوط — ڈبکی — فارسی میں واؤ معروف ہے اردو میں مجہول بولتے ہیں۔

قرآن — کلام الٰہی — عربی میں مع مد بروزن فرقان ہے۔ فارسی میں متصرف ہو کر لغیر مد بروزن مکان بھی استعمال ہوا ہے۔ قاآنی کا مصرعہ ہے "بہ نشست و قرآن خواند و جبانداز سر" اردو میں کہیں کہیں بغیر مد آیا ہے۔ میر کا شعر ہے ؎

مت مانیو کہ ہو گا یہ بیدرد اہل دیں
گر آوے شیخ بیچ کے جامہ قرآن کا

میری رائے میں اصل لفظ کے ساتھ ساتھ اس کی یہ صورت بھی رائج ہونا چاہئے۔ کیونکہ عام بول چال میں (خصوصاً گھریلو لڑائی میں) بہت سے لوگ اس کو اسی طرح بولتے ہیں۔

صندوق — بکس — عربی میں بہ فتح حرف اول و بہ ضم حرف اول دونوں طرح ہے نیز عربی ہی میں اس کا ایک املا اور بھی ہے۔ یعنی ص کی جگہ سین مہملہ اور دال کی جگہ زائے ہوز۔ اردو میں صرف بہ فتح صاد مستعمل ہے۔

نوکر — ملازم — فارسی کی بیشتر لغات میں بہ ضم نون واؤ مجہول ہے بعض میں بہ فتح نون۔ اردو میں صرف بہ فتح حرف اول و واؤ مجہول مستعمل ہے۔

ہذیان — بے ہودہ بکنا — عربی میں بہ فتح ذال ہے۔ اہل فارس نے تفریس کے قاعدے سے ذال کو ساکن کر لیا ہے۔ اردو میں بھی سکون ہی مستعمل ہے۔

نوالہ — لقمہ — غیاث میں مختلف حوالوں سے فتح اول و بہ کسر اول ہر دو طور مندرج ہے اردو میں بکسر اول رائج ہے۔

نوید — خوشخبری — فارسی میں اس کی دو حرکتیں۔ حرف اول مضموم ثانی مکسور، یائے مجہول (جہانگیری) حرف اول مفتوح ثانی مکسور و یائے مجہول (بہار عجم)۔ اردو میں یہ (فتح نون و کسر ثانی و یائے مجہول مستعمل ہے)

میوہ — پھل — بہ فتح اول بھی ہے اور بکسر اول بھی۔ یہ فارسی لفظ ہے فارسی میں اس کی مشہور حرکت فتح میم ہے۔ البتہ بعض نے بکسر میم لکھا ہے۔ اردو میں بکسر میم رائج ہے

(باقی)

غیر معروف شعراء

ہری لال خوش

از عبدالغفار شکیل (میسور)

شعرائے میسور کے ذکر سے تقریباً اردو کے سبھی تذکرے خاموش ہیں اس کی کئی وجہیں ہیں جن میں سے اہم خود اہل میسور کے ارباب علم و ادب کا تساہل اور ان کا شمالی ہندوالوں کے مقابلے میں حجاب ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر نامی گرامی شعراء تک زمانے کے تیز بہاؤ میں گم ہو کر رہ گئے پھر بھی اگر تحقیقات سے ان شاعروں کے کارنامے منظر عام پر آجائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

فی الوقت جو مواد دستیاب ہوتا ہے وہ کچھ گلدستوں مجموعوں اور رسالوں کی صورت میں ہے اگرچہ کہ اس مواد سے قدیم شعراء کے حالات و شاعرانہ خیالات پر پوری روشنی نہیں پڑتی تاہم یہ غنیمت ہیں کم از کم ان سے میسور میں اردو ادب کے پجاریوں کی تعداد کا اندازہ لگانے میں تو کسی حد تک مدد مل جاتی ہے۔

ناظرین کو یہ معلوم کر کے یقیناً استعجاب ہوگا کہ میسور میں شمع اردو کے پروانوں میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو بھی ہیں اس سے بھی بڑھ کر حیرت و تعجب کی بات یہ ہے کہ آج تقریباً سو سال پہلے میسور میں ایک ہندو شاعر ایسا بھی گزرا ہے جس نے اپنی شاعرانہ کاوشوں کو نعت کی صورت میں تشکیل دے کر بارگاہ رسالت مآب میں اپنا خراج عقیدت و محبت پیش کیا ہے شاعر کا نام ہری لال اور تخلص خوش ہے۔ حالات ابھی تک قعر گمنامی میں پڑے ہوئے ہیں ۱۲۸۰ھ میں مطبع فردوسی بنگلور سے عبدالرزاق المتخلص بہ ناظر نے ایک مجموعہ "روضۂ روحانی" تالیف کیا تھا جس میں میر تقی میر، خواجہ محمد وزیر، وزیر لکھنوی، امانت لکھنوی، نسیم لکھنوی، بحر لکھنوی، کافی مراد آبادی، شہید دہلوی، وغیرہ شعرائے شمالی ہند کے علاوہ میسور کے مشہور و معروف شعراء مثلاً سید شہاب الدین صاحب قادری شہاب، اطہر، قمر، وصف، راجی، ناظر وغیرہ کا نعتیہ کلام ردیف وار جمع کیا گیا ہے۔ اسی مجموعے میں ہری لال خوش کی چار نعتیہ غزلیں صفحہ ۱۰، ۱۱۰، ۱۲۲، اور ۱۲۳ پر درج ہیں۔

خوش کی ان غزلوں کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ فارسی میں بھی اچھی مہارت رکھتا ہے کلام کی روانی سے اس کی کہنہ مشقی کا ثبوت ملتا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے خوش اس وقت کا شاعر ہے جبکہ میسور میں عبدالرزاق راجی، اسمعیل سیٹھ وصف، عبدالقادر صاحب قدرت بقید حیات تھے یعنی انیسویں صدی عیسوی آخری نصف ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ میسور میں شعرائے اردو اکثر نعتیہ کلام لکھتے تھے اور نعتیہ مشاعروں کا انعقاد ہوا کرتا تھا چنانچہ خوش نے جن بحروں میں اپنی نعتیہ غزلیں کہی ہیں انہی بحروں اور اسی ردیف و قافیہ میں وصف، راجی، وغیرہ کی غزلیں بھی اس مجموعہ میں ملتی ہیں جو غالباً کسی مشاعرے کے لئے لکھی گئیں تھیں۔ خوش کی غزلیں حسب ذیل ہیں:-

غزل ۱

اے شہ یکتا خدا چاہا تو کیا ہوتا نہیں
پر بنانا آپ سا پھر دوسرا ہوتا نہیں

جلوہ گر ہو کیوں نہ ہم پر گیسو و رخسار پاک
رات کیا ہوتی نہیں اور روز کیا ہوتا نہیں

اے مرے روح مسیحا لعل لب عشق میں
گو قضا آتی ہے لیکن دم فنا ہوتا نہیں

اونکی اُمت کے غلاموں میں مجھے شامل کیا
شکر احسان خدا ہرگز ادا ہوتا نہیں

ہے خدا کو آپ کی یکتائی کس درجہ پسند
سایہ تک ہمتا تمہارے جسم کا ہوتا نہیں

لذت بیماری عشق نبی میں دل ہے محو
تادم آخر مجھے شوق شفا ہوتا نہیں

خاکیوں کو کحل ایماں عرشیوں کو تاج سر
نعل شہ سا کوئی فخر دوسرا ہوتا نہیں

دہر کو سمجھے وہ کعبہ خول کو سمجھے وہ خضر
رہنما جس کے لئے وہ نقش پا ہوتا نہیں

اے نسیم کوئے اقدس خوش ادھر بھی آئیے
غنچۂ امید اک مدت سے وا ہوتا نہیں

(باقی)

(اظہر پبلشر پرنٹر پبلشر نے نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپوا کر مرکزی انجمن سلطان جہاں منزل سے شائع کیا)

تبصرے

از: ضیاء احمد بدایونی

دین اور ادب از مولانا فضل الرحمن صدیقی حسینپوری

ملنے کا پتہ:۔ کتب خانہ سراج العلوم۔ مولوی گنج دہولیہ

جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے یہ مصنف کے دینی اور ادبی مضامین کا مجموعہ ہے۔ مصنف کا وطن مغربی خاندیش ہے اور وہ مدرسہ عربیہ سراج العلوم دہولیہ میں صدر مدرس کے منصب پر فائز ہیں پہلے حصہ میں قرآن حکیم۔ مسئلہ سود۔ فلسفۂ شہادت اور فتنۂ انکار حدیث پر اظہار خیال کیا ہے۔ ان مسائل پر حال میں متعدد اہل علم اور اہل قلم مثلاً مولانا گیلانی۔ سید سلیمان ندوی۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔ زیر نظر مضامین میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں طرز تحریر قدیم اور طریق استدلال کمزور ہے فلسفہ شہادت میں لکھتے ہیں:۔ "جب کبھی حق کے مقابلے میں باطل نجنوں مارنے کا ارادہ کرتا ہے تو لپسپا ہو کر از خود دنیا سے نیست و نابود ہو جاتا ہے اور ناموس رسول پر جان چھڑکنے والی جماعت برسر اقتدار آکر رہتی ہے"

اس کا بیان کیا محل ہے۔ دوسری جگہ شہادت کے المناک واقعے سے جو سبق ملتے ہیں اس کے تحت میں فرماتے ہیں "(ایک یہ سبق ملتا ہے کہ) صلہ رحمی شریف انسان کا شیوہ ہے۔ آپ کے پیغمبر کی سنت ہے۔ اسے ہمیشہ اپنے سے قریب رکھئے" یہ بھی اسی قبیل سے ہے ایک آدھ جگہ عربی عبارت اور اس کا ترجمہ مشکوک ہے مثلاً الشک لایزول (یقین رشک یقین کو زائل نہیں کر سکتا) لایزول کی جگہ لایزیل ہونا چاہئے۔ اسی طرح خذوا عنی مناسککم لعلی لا اراکم بعد عامی ہذا (تم اپنے مناسک مجھ سے سیکھ لو تاکہ میں تمہیں اس سال کے بعد اس طرح پر نا واقف نہ پا سکوں) حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ تم اپنے مناسک مجھ سے سیکھ لو شاید میں تمہیں اس سال کے بعد نہ دیکھوں۔ یعنی وفات پا جاؤں۔

دوسرا حصہ چند ادبی مضامین (اردو زبان و ادب۔ اکبر و اقبال وغیرہ) پر مشتمل ہے جو بہت سرسری اور تشنہ ہے اس کے علاوہ زبان کی غلطیاں بکثرت ہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ یہ جناب مصنف کی پہلی کوشش ہے اور وہ ایک دور افتادہ علاقے کے رہنے والے ہیں ہمیں ان لغزشوں سے صرف نظر کرنا اور کتاب کا خیر مقدم کرنا چاہئے۔

بقیہ: اردو ادب کا ایک مرکز

کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

ناتی کے کچھ اشعار سنئے:۔

دو چار دن کی لذت دنیا کے واسطے
اندر عذاب ابد کے گرفتار ہو چلے
ناتی امید عفو ہے پروردگار سے
بخشے گا ان کو جو کہ گنہگار ہو چلے

وصف تو قل ہو اللہ احد و صمد ہے۔ تو ہی
تجھ کو ولد نہ والد۔ قائم قدیم۔ اکیلا

غلام حسین المتخلص بہ افسق و ہدایت، ناتی کا شاگرد تھا شفیق سے اس کے گہرے مراسم تھے۔ اس کو ایک دیوان اپنے ہاتھ سے لکھ کر دیا تھا۔ بعد میں ۱۲۰۳ھ میں دیوانچہ کے نام سے ایک اور دیوان مرتب کیا تھا۔ آخر عمر میں حیدر آباد چلا گیا تھا۔ جہاں اس نے ارسطو جاہ کی ہجو میں کئی نظمیں لکھیں۔

اس کے ہجو منظومات کے مجموعے ادارہ ادبیات اردو (حیدرآباد) میں محفوظ ہیں۔ ۱۔ قصائد ہدایت ۲۔ منظومات ہجویہ ۳۔ ہجویہ نظمیں ۴۔ اور دیوانچہ کے اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے ہیں۔ ترقیموں کی عبارت سے تاریخ تصنیف اور کتابت پر روشنی پڑتی ہے۔

یہ منظومات تاریخی لحاظ سے بہت اہم ہیں ان میں آصف جاہ ثانی کے زمانہ کی سیاسی اور سماجی زندگی کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ دیوانچہ کے سنہ کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۲۱۳ھ میں زندہ تھا۔

افسق کے دو تین شعر دیکھئے:۔

حق کرے خیر آج غصہ سے
ہے ترا رنگ دل کچھ کا کچھ

کیونکہ افسق تجھ کو ہوئے آرام اس کے وصل میں
دل کو کرتی ہے پریشاں اس کے کاکل کی ہوا

کہا بلبل نے جور باغباں کو گل سے کیا کہنا
برنگ غنچہ اس گلشن میں بہتر ہے کہ چپ رہنا

ہے یہی افسوس دل کو اسے ہوا آیت تو بتا
افسق اپنا نام رکھوایا نہ ہوتا کاش کے